کپور — ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

جو ادیب طنز نگار ہیں اُن میں سے ایک آدھ سے مجھے بار بار ملنے کی خواہش ہوتی ہے۔ ان ہی میں سے یہ حضرت کپور بھی ہیں۔ کپور کی گرفت مجھ پر اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک مزاح نگار، ایک طنز نگار ہیں۔ اور اس سب کے باوجود ایسے ہیں جیسے کہ عام طور پر ہم آپ ہوتے ہیں۔ تنقید میں لوگ کبھی انھیں اچھا کہتے ہیں، کبھی بُرا۔ مجھے یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں۔ آڑی تیں کسے پسند ہوتے ہیں۔ اُلٹی چیز سیدھی یا سیدھی اُلٹی نظر آئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں مگر حیرت ضرور ہوتی ہے، کیونکہ طنز کا تقاضہ ہے وہ یک رنگی میں ظرافت اور ظرافت میں یک رنگی پیدا کرے۔ مگر مجھ سے پوچھا جائے کہ اردو ادب نے ہم کو کیا دیا تو میں یہ تین نام لوں گا۔ غالبؔ، اقبالؔ اور کپور۔ غالبؔ اور اقبالؔ کی خطا اس وقت معاف کیجیے اور کپور کی بات کیجیے۔ جو طنز نگار اپنے قاری کو اپنا ہمراز و دمساز نہ بنا سکے وہ طنز نگار نہیں، مولوی یا لیڈر ہوگا؛ خود جل کر

Scanned by Scanner Go

دوسروں کو ہنساتے ہیں۔ کڑھنا اور ہنسانا وہ امتیاز ہے جو ان کے سوا کہیں نظر نہیں آتا زمانے نے طنز نگاروں کے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس لیے کہ طنز نگار خود زمانے کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔ یہ بات ہمیشہ بھول جانی چاہیے۔ طنز نگاروں پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے یہاں وہ باتیں ثابت نہیں کرنی ہیں جو ابھی ابھی لکھی گئی ہیں ان کے بہت سے مضامین ایسے ہیں جن پر خون خراب ہو سکتا ہے، خون زیادہ خرابہ کم۔ ایسے ہی مضامین پر میں سر دھنا کرتا ہوں، یہی تاثر دلیری اور دلبری دونوں کا باعث ہوتی ہے۔ ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے طنز کو ہمارا کلچر اور ہمارے کلچر کو طنز بنا دیا۔ طنزیات و مضحکات میں طنز کا یہ "تصرف دوام" مبارک سمجھا جائے یا نہیں، حیرت انگیز ضرور ہے۔ انھوں نے طنز کی وضاحت کی ہے امامت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ یہ وہی طنز نگار کر سکتا ہے جس کی گرفت زندگی پر ہو نہ کہ وہ جو زندگی یا طنز نگاری کی گرفت میں ہو۔ اس گرفت میں کبھی ایسے آئے جیسے فلمی گانوں کے درمیان اور دوران میں پکے گانوں کا کوئی استاد وارد ہو جائے۔ کبھی دو اور دو پانچ مانتے ہیں، ریاضی سے یہ لگاؤ دوسروں کو ناگوار ہو تو ہو مجھے گوارہ ہے۔"

(بہ طرز پروفیسر رشید احمد صدیقی)

"کیفی کی طنز نگاری ہمارے ادب کے تہذیبی سرمائے کے اس سماجی اظہار سے منسلک ہے جو معاشی و معاشرتی حالات اور میکانکی قوت نمو کے ارتقاء کی جدوجہد، تخلیقی عمل اور جمود کے سماجی ٹکراؤ سے انفرادی پسندیدگی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے اس کا عمرانی مفہوم میرے نقطۂ نظر کے فلسفیانہ ربط اور اشتراکی حقیقت نگاری کی طبقاتی

کشمکش کے اجتماعی شعور میں عام ہے۔ یہ ریاضیاتی تناسب اور مابعد الطبیعات کے
لاشعوری تضاد کے بعد المشرقین میں مل جائے گی۔ کبھی کبھی یہ بُعد المغربین کی نامیاتی صورت
میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مگر اجتماعِ ضدین از کسی نقطۂ نظر سے قطعی غیر منطقی ہے کیونکہ
اس کے مثبت و منفی اثرات اپنے سطحی مفہوم کی توضیح کے لیے مروّجہ عصری روایات کی
مادیت، ہیئت، اور مواد کی گتھیوں میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تاریخی
جبریت کی حقیقت پرستی جو ادب برائے زندگی کی ترویج میں زمان و مکان کو اپنی گرفت
میں لاکر رجعت پرستی کا تاریخی تجزیہ کرتی ہے، تاریخی مادیت کے سماجی محرکات کی
سطحی خارجیت کی داخلی کثافتوں سے آلودہ ہو کر اپنے مبہم مفہوم میں سماجی ڈھانچے
کو پیش کرتی ہے۔ کیونکہ واقعیت کا جامد تصور اُن کے مزاحیہ نصب العین کی توجیہہ
کر دیتا ہے۔ طنز و ظرافت کی یہی مادی کشمکش سماجی نظام کی حکیمانہ پیروڈی پیش کرتی
ہے۔ اس سے سماجی پیچیدگیوں کے مافوق الفطرت مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اور
بین الاقوامی بورژوا سماج کے مخصوص فلسفۂ حیات کی ذہنی کشمکش پرولتاری طبقے
کے طبقاتی شعور کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ حاکم اور محکوم کی یہ کشمکش اُن کے طنز کا
نشانہ ہے۔"

(بہ طرز پروفیسر احتشام حسین)

• اردو میں طنز کا وجود محض فرضی ہے۔ یہ صفر کا نقطۂ خیال ہے۔ یا ذرے کی موہوم
کمر۔ اس طرز کے طنز اور صحیح ظرافت میں فرق بُعد المشرقین ہے۔ یہ فرق بیان کم معلوم ہوتا ہو۔
مگر دوسروں کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ ہے۔ یہ دلچسپ ضرور ہے لیکن اسے ظرافت سے

Scanned by Scanner Go

کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ اس کے پیش کرنے سے طنز و ظرافت کی اہمیت میں اضافہ ممکن نہیں۔ اس لحاظ سے یہ اوروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ دنیائے طنز میں اس کی وہی اہمیت ہے جس کی حامل پطرس کی ظرافت ہے۔ یہ گویا مزاح کا بلند ترین نقطہ ہے اس سے آگے فکر کی رسائی نہیں، اس محدود طاقت پر پرواز کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ تفصیل کی یہاں نہ گنجائش ہے نہ ضرورت، نہ وقت۔ غالباً یہ پطرس کو دیکھ کر میدان میں آئے، مگر افسوس کہ ان میں پطرس کے محدود اوصاف کا بھی مطلق پتہ نہیں، ان کی کتابوں کے دیباچے پڑھنا گویا جہاد کرنا ہے۔ لیکن اس جہاد سے بھی کوئی دینی یا دنیوی فائدہ مقصود نہیں۔ کیونکہ ان کے خیالات ماخوذ، واقفیت محدود، نظر سطحی، تخئیل ادنیٰ، علمیت غائب، شخصیت اوسط، املا غلط، انشا غلط، پر خود غلط، پھر کورانہ تقلید میں مثل آفتاب روشن، اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ ان سے اور روح طنز سے کوئی لگاؤ بھی ہے۔ نظر حسب معمول جسم پر ہے، دوسرے کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ان کی عینک مانگے کی ہے۔ آواز اپنی نہیں محض ایک صدائے بازگشت ہے۔ یہ آواز اردو طنز کی تکمیل ہے۔ یہاں جو کچھ لکھا جائے گا اس سے ان کی تحقیر مقصود نہیں، ان کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہو گا کہ ان کی نظر سطحی ہے۔ اسی وجہ سے ان کے قاری کو ذہنی جمناسٹک کی ضرورت پڑتی ہے، مگر ان تمام باتوں کے باوجود کسی نے اب تک "نرم گرم" سے بہتر کارنامہ پیش نہیں کیا۔ یہ خیال کہ "نرم گرم" اردو میں طنز و ظرافت کا بہترین کارنامہ ہے۔ نہایت حوصلہ شکن ہے۔ جس کو یہ طنز کہتے ہیں اس کا ظرافت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طنز و ظرافت کے بیچ میں معلق ہیں۔ ان کی اہمیت باوجود قابل قدر اضافوں کے بہت زیادہ نہیں،

Scanned by Scanner Go

ان کی وقعت مشاعروں کے سجان اللہ سے زیادہ نہیں۔ اس کا سبب ان کی مزاحیہ بے دردی کے سوا کچھ نہیں، ان کی حیثیت ایک ایسے طالب علم کی ایسی ہے جن کی شخصیت ایسی ہے جیسی کہ عام طور پر شخصیت ہوا کرتی ہے جو ان کی قوت ایجاد کی کمی ظاہر کرتی ہے۔ ان کے مضامین پڑھنے کے لیے ایک عمر چاہیے۔ یہ ایک طالب علم کے کارنامے ہیں جو قابل رشک ہیں۔ یہ مضامین اتنے شگفتہ و دل بہار ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف اس کا اہل نہیں کیونکہ یہ عمر طبعی پر پہونچنے سے قبل ہی مصنف بن بیٹھے یہ مضامین اسی عجلت اور کم سنی کا نتیجہ ہیں۔ اس سے ان کی مزاحیہ بوکھلاہٹ کا پتہ چلتا ہے۔ اس قسم کی بوکھلاہٹ مصنف کو دلیر بنا دیتی ہے۔ اور وہ ایسی حرکتیں کر بیٹھتا ہے جس سے فرشتے لرزتے ہیں اور نقاد قلم اٹھاتے ہیں۔"

(بہ طرز پروفیسر کلیم الدین احمد)

"مجھے ___ یہ ___ کہنا ہے ___ کہ ___ کپور ___ کے مضامین میں جو وہ لکھتے ہیں وہ مضامین اور ان کے دوسرے مضامین جو طنزیہ و مزاحیہ ہوتے ہیں، ان مضامین میں میرے خیال میں جہاں تک میں نے ان کا تنقیدی تجزیہ کیا ہے اور میں جن نتائج پر بالترتیب پہونچا ہوں اُن سے صرف ایک ہی نتیجے پر پہونچا ہوں کہ یہ مضامین اپنی جگہ پر ایسے مضامین ہیں جن میں میری دانست میں طنز ہے یعنی ان مضامین میں طنز ہے ___ طنز ___ میں یہ کہتا ہوں کہ ان مضامین میں اپنی جگہ پر جیسا کہ لکھ چکا ہوں طنز ہے۔ ایسا طنز جو سودا، غالب، اکبر، رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ، پطرس، شوکت تھانوی، سید محمد جعفری، شفیق الرحمن، غلام احمد

فرقت اور کنہیا لال کپور کے یہاں پایا جاتا ہے اور جس کی بے شمار مثالیں مغربی ادب سے
پیش کی جا سکتی ہیں. مثلاً پوپ، سوئفٹ، لیوکاک، مارک ٹوین وغیرہ کے یہاں جا بجا
آپ کو ملے گا۔ اور قدم قدم پر ملے گا، یہی وہ طنز ہے جس سے کپور اپنے مضامین
میں طنز کا احاطہ کرتے ہیں۔ یعنی اپنے مضامین میں طنز کو جگہ دیتے ہیں جس کی وجہ سے
ان کے یہاں طنز آ جاتا ہے۔ دوسرے معنوں میں یوں سمجھئے کہ پیدا ہو جاتا ہے۔
ایسا طنز جو دیکھنے میں عام طور پر طنز معلوم ہو اور جو کہ اپنی جگہ پر سوائے طنز کے اور
کچھ نہ ہو۔ یہ بڑی اچھی بات ہو اور ہر جگہ اس بات کا ہونا مشکل ہے۔ مگر پھر بھی انھوں
نے اس مشکل کو بخوبی نبھا دیا ہے، نبھانا بھی ایک آرٹ ہے اور اس آرٹ میں مجھے
——— طنز ملتا ہے طنز۔ لہٰذا اس سے یہ بات بخوبی واضح، ثابت اور روشن اور
صاف ہو جاتی ہے کہ ان کے یہاں قاری کے علاوہ ناقد کو بھی بہ آسانی طنز دستیاب
ہو جاتا ہے۔ اس طنز کو جو ان کے یہاں ہے ہم سوائے طنز کے اور بھلا کہہ بھی کیا سکتے
ہیں جو کہ طنز ہے یعنی طنز ہی ہے۔ اگر کچھ اور ہوتا تو بھی طنز ہوتا۔ طنز کا ہونا اس امر
کی دلیل اور کھلی شہادت ہے کہ ان مضامین میں ہم کو طنز مل جاتا ہے۔ ابھی میں نے
دلائل و شواہد سے اس بات کو واضح کیا ہے کہ طنز نگار کپور کے یہاں مجھے طنز ملتا ہے۔
جس میں ظرافت کی چاشنی، مغرب کے اثر سے آتی ہے اور بجنسہٖ موجود ہے جس کی وجہ
سے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ان کے یہاں جو چیز ہے وہ سوائے طنز کے اور کچھ نہیں
ہو سکتی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ طنز ہے۔ یہ موقع تفصیل میں جانے اور بحث کو طول
دینے کا نہیں، اس لیے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ ان کے یہاں طنز ہے جس کے لیے
قسم خدا کی میں اب حلف اٹھانے تک کو تیار ہوں کہ ان کے یہاں طنز ہے۔"

Scanned by Scanner Go

(بہ طرز ڈاکٹر عبادت بریلوی)

"اس مخطوطے کو اختلاط طباعت کی کثرت کی وجہ سے کالعدم سمجھا جائے اس لیے میں اس سے استشہاد نہیں کروں گا۔ اقتباس بالا ص ۹۲ سطر ۲۰ خط جو میں نے اپنی خوش دامن کو تحریر کیا تھا۔ حاشیہ نمبر ۷ مجھے بانکی پور لائبریری میں ایک مخطوطہ بوسیدہ اور سقیم حالت میں کچھ تک کے مضامین کا مل گیا ہے۔ خاندان میں جملہ پریشان حالی کو اس کی خوش خبری پہونچا دو کہ فی زمانہ اس سے جہاد میں مصروف ہوں۔ اندازہ ہے کہ اس کا تعلق بیسویں صدی کے نصف آخر سے ہے" جزئی باتوں سے قطع نظر ص ۱۲ کتابیں کے ص ۲۳ دفتروں میں ایک نسخہ اور بھی ناقص مقدمہ ص ۱۰۱ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو مصنف کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حاشیہ "دھوبی کی کاپی" صفحہ، سطر ۵ باوجودیکہ مضامین طنزیہ ہیں اور ظرافت کے باب میں اضافہ کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان میں جابجا مصدر کی علامتیں واضح نہیں کی گئی ہیں۔ صفت مشتبہ حالت میں ملتی ہے، کتاب میں صرف ایک بار ان کا استعمال ملتا ہے اس سے مراد غالباً کاتب ہو۔ جس کو شارحین نے کتابت کا غلط مطلب اخذ کر کے نہ جانے کیا قرار دے دیا ہو (ج ح ص ۱۱) صحت سے بعید ہے، یہ نسخہ بیسویں صدی سے متعلق ہے۔ (ج۔ ر غ ۲/۵) جہاں تک میرا علم ہے یہ مضامین نصاب میں داخل کرنے کے لیے لکھے گئے ہیں۔" ہنگامہ تحریر نسخہ تبریزی مطبوعہ الناظر جلد ششم ص ۱۱ حوالہ طلب نہ کے ہے اس وجہ سے لئے مسترد سمجھا جائے۔ یہ مسئلہ مابہ النزاع ہے کیونکہ کسی مستند فرہنگ میں اس کا حوالہ نہیں ملتا۔ یہ مہملات کا ایک نادر مجموعہ ہے جو ۲۲ × ۱۲ فٹ کے ۲۶۲ رم صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۷ سطری صفحہ

Scanned by Scanner Go

اب بھی مل جاتے ہیں۔ مگر نایاب ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک خط کا اقتباس قابلِ توجہ ہے۔
"میرا خط میرے نام" رسائل میں شائع کروانے کی غرض سے تحریر کیا گیا تھا۔ اب
تک کئی رسائل ناموں میں معمولی سی رد و بدل و ترمیم کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ حافظے
کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ "نرالی دنیا" "الٹی دنیا" "سیدھی دنیا"، اور "جگمگی دنیا"
اس کے بعد چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ ہنگامہ ہو گیا تھا کہ میرے اعتراضات سنگین
اور صحیح ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ گھریلو جھگڑے ص ۱۲۳۔ موٹر گائیڈ ص ۱۲۔ کرامات اُلّو عرف لاجواب
یعنی ساجن موہنی ص ۲۲ اصولی بحث میں یہاں صرف چند اعتراضات پر اکتفا کروں گا
مثلاً کتاب کے صفحہ ۲۴ سطر ۳۱ میں "لا" کا غلط استعمال کیا گیا ہے جس کے لیے مصنف
کی تنبیہ ضروری ہے اور ہماری بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ اس کو معاف کرنے
پر بھی اعتراض ہرگز رفع نہ ہو گا۔ پھر سند تو قطعی غلط ہے، حروفِ تہجی کی ترتیب سرے
سے غلط ہے۔ ابجد کے لحاظ سے کتاب کا پہلا لفظ الف سے شروع کرنے کے بجائے "ی"
سے شروع کیا گیا ہے۔ مصنف سخت تنقید کا مستحق ہے۔ ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ اس
بات کو معترض الیہ کی جانب ہرگز نہ منسوب ہونا چاہیے۔ اس کے مایوس کن رویے سے
برانگیختہ ہو کر فحش و دشنام سے کام لینا یہ بھی ایک کام ہو گا۔ اس قسم کے کاموں کی سخت
ضرورت ہے۔ جن تحقیق کے شہ سواروں نے اس نسخے پر اب تک بھروسا کیا، ان کے ساتھ
تنبیہی کارروائی کا ہونا سخت ضروری ہے۔ الفاظ سے جابجا ترشح ہوتا ہے کہ بھو
کا زنار دار رکھا گیا ہے۔ الف ..... ب پ ت ٹ ث، ج چ ح خ، د ڈ ذ،
ر ز ژ، س ش، ص ض، ط ظ، ع غ، ف، ق، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، لا، ھ
ی، ے، ص ۷، ص ۸، ص ۹، ص ۱۰، ص ۱۱، ص ۱۲ مثلاً ج کی جگہ ح کا استعمال کم از کم ۲ جگہ صریحاً

کیا گیا ہے جس کا نہ تو مزاح سے کوئی تعلق ہے اور نہ کاتب سے۔ یہ کھلا ہوا طنز ہے۔
رسالہ محرم ر۲۵ ر۲۴ ر۲۳ ر۲۲ فتح میں، و، اور ط ٹیک النعت، فی اتی تحت، الفحہ
کا مصدر مخارعی سکوت کی حالت میں ملتا ہے۔ مزاح میں مرثیہ کی کیفیت کی ذمہ داری
اسی لاابالی پن پر ہے۔ ر۲۵ ر۲۵ نقط کی تصغیر میں با معنی لفظ کثیر الاستعمال محتاج ثبوت
وسند کے اعتبار سے خبط کرنے کے لائق ہیں۔ نقرات شرجا بجا نسخے میں ملتے ہیں جو قطعاً
نامعتبر ہیں۔ عبارت ذیل کے نکتے اس سلسلے میں حوالے کے بعد بھی فراموش نہیں کیے
جا سکتے، کیونکہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
بس جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس نسخے کا تعلق بیسویں صدی سے ہرگز نہیں بلکہ اٹھارہویں
صدی سے ہے۔ اور مصنف مرد نہیں بلکہ کوئی خاتون ہیں جن کی اردو دانی میں ہمیں
شبہ ہے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
عروس ضمنیں نہ صفحہ اول و صفحہ ثانی میں جا بجا اشتباہ ہے۔ پھر یہ کہ گرہ ہمزہ بحذف
الف لغو اور سراسر مہمل و نامستعمل جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خاتون جن کو ہم کچھ کے
نام سے فی الحال فرض کیے لیتے ہیں ان کے لیے سہو طبعی بود' کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
ر۲ ر۲۲ ر۳۲ ر۴۲ ر۵۲ ر۶۲ ر۶۵ ر۵۸ ر۵۹ ر۵۷ ر۵۶ ر۵۵ ر۵۴ ر۵۳ ر۵۲
ر۵۰ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

ان طنزیات میں 'ش' کے ساتھ محترمہ 'خ' بھی آئی ہیں اور 'ب' کے ساتھ 'پ' بھی۔
مگر افسوس کہ ت کے ساتھ 'ٹ' نہیں ہے ورنہ ان طنزیات کی کچھ اور ہی شان پیدا ہو جاتی
ہائے ہوز کی سخت مٹی پلید کی گئی ہے۔ مصنف خود اس میں اپنے طنز کا نشانہ بن گیا ہے۔
ہائے مخلوط کی خوش نسم نمائش سے طبیعت میں ایک قسم کا بھاری پن اور گرانی محسوس ہوتی

ہے۔ طنز سطحی ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ چشمی ہے اور ہمزہ کے ساتھ ہے تو بھی کھٹکتی ہے 'واؤ' کا کثرت استعمال کلاسی کی شان کے خلاف ہے۔ اس کو روایت سے بغاوت متصور کیا جائے گا۔

مخترعات مصنوعی جو ناقدوں نے بعد میں بطور حاشیہ پیش کیے ہیں۔ جمع حاضر، واحد متکلم غائب کے صیغے میں چغد کا استعمال نہایت بے باکی سے کیا گیا ہے مگر اس سے محرر کا احمق ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مگر یہ سند ہے کہ بیسویں صدی میں 'چغد' سنجیدہ مضمون میں بلا تکلف استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ لفظ غریب نہیں تھا بلکہ سماج میں اس کی اہمیت تھی۔ مگر اس سے غلط فہمی پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس کے لیے کوئی مستند لطیفہ پیش کیا جانا چاہیے تھا۔ ضمائر میں مذکر و مؤنث کا التزام نہیں رکھا گیا ہے۔ اس میں مغرب کا اثر صاف جھلکتا ہے۔ ضمیر 〃 فاعل 〃 مکل 〃 صفت 〃 〃 〃 مصدر 〃 〃 حرف 〃 مفعول 〃 〃 〃 〃 〃 اس کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ زیر نظر مخطوطے میں کبوتر نام کا فرد مرد نہیں بلکہ عورت تھی۔ اور طنز نگاری میں ید طولیٰ رکھتی تھی جس کی تاریخی اہمیت اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ اس پر مزید تحقیق کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ عورت بھی تھی یا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(بہ طرز قاضی عبدالودود)